افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۱ء

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

افتتاحی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۱ء

(فرمودہ ۲۶ ؍دسمبر ۱۹۵۱ء برموقع افتتاح جلسہ سالانہ بمقام ربوہ)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

''مَیں بعض حالات کی وجہ سے افتتاح جلسہ سے پہلے دو نکاحوں کا اعلان کرنا چاہتا ہوں ۔مَیں نے اِس بات کو ظاہر نہیں ہونے دیا کیونکہ ایسے موقع پر دوسرے احباب اپنے کاغذات دے دیتے اور اتنا وقت لے لیتے ہیں کہ جس سے جلسہ کے پروگرام پر بھی اثر پڑ جاتا ہے۔ یہ دو نکاح جن کا اعلان کرنا چاہتا ہوں ایک تو میرے لڑکے مرزا وسیم احمد کا ہے جو کہ شروع ایّامِ ہجرت سے قادیان میں بیٹھا ہؤا ہے۔ یہ نکاح امۃ القدوس بیگم جو ہمارے ماموں مرحوم و مغفور میر محمد اسمٰعیل صاحب کی بیٹی ہیں اُن سے ایک ہزار روپیہ مہر پر قرار پایا ہے۔لڑکی کی طرف سے اُس کے چچازاد بھائی سیّد داؤد احمد وکیل ہیں اور لڑکے کی طرف سے قبولیت کا اختیار میرے نام آیا ہؤا ہے۔

(اس کے بعد حضور نے سیّد داؤد احمد صاحب سے دریافت فرمایا کہ):

''سیّد داؤد احمد تمہیں امۃ القدوس کے حقیقی ولیوں کی طرف سے اور امۃ القدوس بیگم کی طرف سے اُن کا نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر مرزا وسیم احمد ولد مرزا محمود احمد سے منظور ہے؟''

(اِس پر سیّد داؤد احمد صاحب نے اپنی منظوری کا اعلان کیا۔ اِس کے بعد حضور نے فرمایا:-)

''اب مَیں مرزا وسیم احمد کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اُن کو ایک ہزار روپیہ مہر پر

امۃ القدوس بیگم بنت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم سے اپنا نکاح منظور ہے۔''

دوسرا نکاح امۃ النصیر بیگم جو میری لڑکی اور سارہ بیگم مرحومہ کے بطن سے ہے اس کا ایک ہزار روپیہ مہر پر پیر معین الدین ولد پیر اکبر علی صاحب مرحوم سے قرار پایا ہے۔ احباب کو معلوم ہوگا کہ مَیں اپنی لڑکیوں کا نکاح صرف واقفینِ زندگی سے کر رہا ہوں اور اِس رشتہ میں بھی میرے لئے یہی کشش تھی کہ لڑکا واقفِ زندگی ہے۔ مَیں اپنی طرف سے اور امۃ النصیر بیگم کی طرف سے پیر معین الدین صاحب ولد پیر اکبر علی صاحب مرحوم سے ایک ہزار روپیہ مہر پر اِن کے نکاح کی قبولیت کا اعلان کرتا ہوں۔

پیر معین الدین ولد پیر اکبر علی صاحب مرحوم کیا آپ کو ایک ہزار روپیہ مہر پر امۃ النصیر بیگم بنت مرزا محمود احمد سے اپنا نکاح منظور ہے؟''

(اِن کی منظوری کے بعد حضور نے فرمایا:)

''دوست اب دُعا کرلیں۔ اِس کے بعد جلسہ کا افتتاح ہوگا۔''

(دُعا سے فارغ ہونے کے بعد حضور نے تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حسب ذیل تقریر فرمائی:-)

''آج ہم پھر کسی انسان کے حُکم سے نہیں، کسی ذاتی خواہش کے مطابق نہیں، کسی دُنیوی نفع حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ محض خدا تعالیٰ کے نام کی عزت کے لئے اور اس کے دین کی خدمت کے مواقع تلاش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہم اپنے مخالفوں کی نظر میں ایک حقیر کیڑے سے بھی بدتر ہیں لیکن اِس حقارت اور اِس عداوت کو دیکھ کر ہمارے دل نہ مایوس ہوتے ہیں نہ افسردہ ہوتے ہیں اِس لئے کہ ہماری نظر میں یہ سلوک بہترین انعام ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہونے والی جماعتوں کو ملا کرتا ہے۔ ایک چھوٹا بچہ جب اکیلا گلی میں سے گزر رہا ہوتا ہے اور گلی کے اوباش اور شریر لڑکے اُس کو دِق کرنے کے لئے اس پر حملہ کرتے ہیں اور اُس کی آواز سُن کر اُس کی ماں بے تاب ہوکر اپنے گھر سے باہر نکل آتی ہے تو وہ اس لڑکے کی افسردگی کا وقت نہیں ہوتا بلکہ وہ اِس پر ناز کرتا ہے کہ میری ماں نے میرے لئے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ آخر سیدھی بات ہے کہ

ہمارا دُشمن ہمارا دُشمن ہی ہے اور ہمارا خدا ہمارا خدا ہی ہے۔ کتنا نادان ہے وہ انسان، کیسا بے وقوف اور کیسا احمق ہے جو خدا کی محبت کو انسانی دُشمن کی عداوت سے حقیر سمجھتا ہو۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کا پیار تو اتنی قیمتی چیز ہے کہ انسان اس کے مقابلہ میں اگر وہ انسانی عداوت سے حاصل ہوتا ہو تو نہ صرف یہ کہ اس کو ناپسند نہ کرے گا بلکہ تمنا کرے گا کہ وہ عداوت مجھے حاصل ہوتا کہ میرے خدا کی محبت میرے لئے اور زیادہ جوش مارے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ [1] دُشمن کے حملہ کی تمنّا نہ کیا کرو۔ آخر سوچنا چاہیئے کہ اس فقرہ کے معنے کیا ہیں؟ کون دُشمن کے حملہ کی تمنا کیا کرتا ہے اور اِس کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے، جہاں تک مرنے کا تعلق ہے، جہاں تک تکالیف کا تعلق ہے کوئی شخص بھی دُشمن کے حملہ کی تمنّا نہیں کرسکتا مگر مسلمان ایسی حالت میں تھے کہ ان کے دل اِسی نکتہ کے ماتحت جو مَیں نے بیان کیا ہے بعض دفعہ خواہش کرسکتے تھے کہ کاش! ہمارا دُشمن ہم پر حملہ کرے تا کہ ہمارا خدا بھی ہماری مدد کے لئے آجائے۔ تو صرف اور صرف یہی وجہ ہوسکتی تھی کہ جس کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ فرمایا یعنی اے مسلمانو! جب دُشمن تم پر حملہ کرتا ہے تو خدا تمہارے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے اور یہ بات تمہیں اِتنی لذیذ معلوم ہوتی ہے اور تمہیں اِس میں اتنا مزا آتا ہے کہ جب دُشمن حملہ چھوڑ دیتا ہے تو تم کہتے ہو کاش! ہمارا دُشمن ہم پر پھر حملہ کرے تا ہمارا خدا پھر ہمارے پاس آجائے۔ یہ خواہشِ عشق تو ٹھیک ہے لیکن الٰہی حکمتوں اور الٰہی منشاء کے خلاف ہے اس لئے لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فرما کر بتایا کہ یہ ہے تو بڑی زبردست خواہش اور ہے تو عاشقانہ مطالبہ لیکن خدا تعالیٰ کی مدد کی خاطر اُس کے ادب کے لحاظ سے ایسی خواہش مت کیا کرو۔

پس ہمارے لئے دُنیا میں کوئی ایسا حملہ، کوئی ایسی تحقیر، کوئی ایسی تذلیل نہیں ہے جو کہ ہمیں اپنے کام سے پھرا سکے اور جو ہمیں مایوس کرسکے۔ پس ہمارے احباب کو یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے کہ درحقیقت سب سے محفوظ مقام، سب سے عزت والا مقام، سب سے مزے والا مقام اِس وقت دُنیا میں اگر کسی کو حاصل ہے تو وہ آپ لوگوں کو ہی حاصل ہے۔ دُنیا

کے بڑے سے بڑے بادشاہ، دُنیا کے بڑے سے بڑے حاکم، دُنیا کے بڑے سے بڑے حکمران، دُنیا کے بڑے سے بڑے لیڈر انسانی امداد پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ان کی تکلیفوں کے وقت کچھ انسان آگے آتے ہیں مگر تمہاری تکلیفوں کے وقت خدائے واحد خود آسمان سے اُتر آتا ہے۔

پس یہ ایّام بہترین ایّام ہیں جو کسی قوم اور کسی فرد کو کبھی حاصل ہوئے ہوں۔ یہی وہ انعام ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جماعت کو حاصل ہؤا، یہی وہ انعام ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی جماعت کو حاصل ہؤا، یہی وہ انعام ہے جو حضرت موسیٰؑ کی جماعت کو حاصل ہؤا اور یہی وہ انعام ہے جس کے لئے خدا نے ہمیں یہ دُعا سکھائی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ[۲] پس یہ چیز جو کہ بہترین انعاموں میں سے ہے اور وہ خلعت جو ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کے خاص لوگوں کو پہنایا جاتا ہے وہ آج آپ لوگوں کو پہنایا گیا ہے۔ اور درحقیقت ہم اس لئے بھی یہاں جمع ہوئے ہیں تاکہ اپنے رب کے حضور میں اپنا اظہارِ شکریہ کریں اور اُس کی خدمت میں عرض کریں کہ ہم اِس انعام کی قدر کرتے ہیں جو آپ کی طرف سے ہم پر نازل کیا گیا ہے۔ پس اپنے اِن ایّام کو شُکر گزاروں اور قدر دانوں کے ایّام کی طرح گزارو۔ لغو باتوں، فضول باتوں اور بیکار باتوں میں اپنے اوقات صَرف مت کرو۔ کبھی نہ کبھی انسانوں پر ایسا وقت بھی آتا ہے خواہ وہ کتنے ہی مشغول ہوں اور کتنے ہی اعلیٰ مقام پر ہوں جبکہ وہ ایک مزاح کے رنگ میں ہوتے ہیں اور ایک خوشی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک بچہ آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے اُس کو مذاقیہ کہا کہ وہ چِڑیا اُڑ گئی۔ اِسی طرح وضو فرماتے ہوئے آپؐ نے مُنہ سے اپنی کُلّی کا پانی اُس پر پھینکا۔ یہ وقت بھی بے شک آتے ہیں مگر ہر کام کا ایک موقع اور ہر نکتے کا ایک الگ مقام ہوتا ہے۔

یہ دن ہمارے لئے ایسے دن ہیں کہ ان میں بہت زیادہ ہمیں عبادت کرنی چاہئے، بہت زیادہ ہمیں اپنے اوقات دین کی خدمت میں خرچ کرنے چاہئیں اور بہت زیادہ

ہمیں اپنے اوقات مفید کاموں اور سلسلہ کے کاموں اور اسلام کے کاموں میں صرف کرنے چاہئیں۔

جیسا کہ آپ لوگوں نے محسوس کیا ہوگا میری آواز بیٹھی ہوئی ہے۔ مجھے یکدم چھ سات دن سے نزلہ کی شکایت پیدا ہوئی اور اتنا شدید نزلہ ہؤا کہ تین دن تک مَیں دائیں اور بائیں رات کو کروٹ بدلتے ہوئے (بلکہ اوّل تو بہت سا وقت نیند ہی نہیں آتی تھی) ناک کے نیچے رومال رکھ کر لیٹتا تھا کیونکہ پانی پرنالے کی طرح چلتا چلا جاتا تھا اور مجھے یہی احتمال تھا کہ مَیں شاید اِس جلسہ پر کوئی تقریر نہیں کرسکوں گا مگر پرسوں سے کسی قدر افاقہ شروع ہؤا ہے۔ مگر ایسا نہیں کہ نزلہ بالکل بند ہوگیا ہو نہ ایسا کہ میری آواز کُھلی ہو اِس لئے مَیں آہستہ ہی بول سکتا ہوں۔ یہ نہیں جانتا کہ کل تک کیا ہو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اِس بات کی توفیق عطا کردے کہ مَیں اچھی طرح بول سکوں مگر موجودہ حالت یہی ہے کہ معمولی سی بات کرنے سے بھی سینہ میں خراش شروع ہو جاتی ہے اور اِس طرح ناک بہنے کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور چھینکیں شروع ہو جاتی ہیں گو پہلے سے بہت افاقہ ہے اس لئے مَیں احباب سے یہ بھی خواہش کرتا ہوں کہ جیسا کہ انہوں نے گزشتہ سال نہایت ہی ہمت کے ساتھ اور عقل سے کام لے کر بہت حد تک گرد اُڑانے سے پرہیز کیا تھا جلسہ کے وقت میں بھی اور ملاقاتوں کے وقت میں بھی اس دفعہ اُس سے بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اُن دنوں عملاً میری بیماری رفع ہو چکی تھی کمزوری باقی تھی لیکن اِن دنوں میں عملاً مجھ پر بیماری کا حملہ ہے اور ذرا سی گرد اُڑنے سے بھی نزلہ کی شکایت عَود کر آتی ہے۔ ملاقات کے وقت بعض دوست ذرا پیر زیادہ زور سے مارنے کے عادی ہوتے ہیں۔ مَیں اِس کو بُرا تو نہیں کہتا آخر کام کرنے والی اور اُمنگوں والی جماعتوں میں کچھ بہادرانہ رنگ بھی پایا جانا چاہئے مگر وقت وقت کے لحاظ سے بعض دفعہ احتیاط بھی کی جاسکتی ہے۔ سو دوست جب ملاقات کے لئے آئیں اُس وقت آہستہ سے قدم رکھیں تاکہ گرد نہ اُڑے۔ اِسی طرح بعض لوگ اپنا کپڑا ساتھ سمیٹتے آتے ہیں۔ خصوصاً گاؤں کے لوگ اور ان کے کپڑے کے سمیٹنے سے اُسی طرح گرد اڑتی ہے جس طرح جھاڑو سے۔ وہ تو تندرست ہوتے ہیں اُن کو

وہ گرد محسوس نہیں ہوتی مگر میرے لئے وہ گرد بہت زیادہ تکلیف کے بڑھانے کا موجب ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح بعض دفعہ دوست گاڑی کے ساتھ بھاگنا شروع کر دیتے ہیں یا ایسی طرز پر اِرد گرد کھڑے ہوتے ہیں کہ اس سے گرد پڑتی ہے۔ چونکہ آگے میرے دو بلکہ تین دن کام کے لحاظ سے نہایت بھاری ہیں۔ گھنٹوں مجھے ملاقات بھی کرنی پڑے گی اور پھر مجھے اگر خدا نے توفیق دی تو گھنٹوں ہی تقریر بھی کرنی پڑے گی اِن حالات کے لحاظ سے میرا بھی اور ان کا اپنا فائدہ بھی اِسی میں ہے کہ وہ گزشتہ سال کی طرح اِس سال بھی احتیاط سے کام لیں تا کہ اللہ تعالیٰ آرام اور سہولت سے یہ دن ہمارے گزار دے اور ہمیں اپنے فرائض کے ادا کرنے میں کسی قسم کی کوئی روک پیدا نہ ہو۔

اس کے بعد مَیں دُعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس اجتماع کو مبارک کرے اور ہمیں اپنے فضلوں کا وارث بنائے اور ہمارے دلوں میں ایسا نور پیدا کرے جو کہ دُنیا کو روشن کر دے اور ہماری زبانوں میں وہ تأثیر بخشے جو لوگوں کے لئے اطمینان پیدا کرنے کا موجب ہو اور ہماری غفلتوں اور سُستیوں اور مناقشانہ طبیعت اور بدظنی کی طبیعت کو بدل کر سچے اور محنتی اور عقلمند کارکنوں والی طبیعت ہم کو عطا فرمائے تا کہ ہم نہ صرف یہ کہ آپس میں اتفاق واتحاد سے رہیں بلکہ بیرونی دُنیا کے فتنوں اور فسادوں کو دور کر کے ساری دُنیا میں ایک ایسا امن قائم کر دیں، ایک ایسا نظام قائم کر دیں جس کے ذریعہ سے دُنیا اُن آرام کے دنوں کو پھر دیکھ لے جن کے لئے وہ صدیوں سے ترس رہی ہے اور جن حالات کی وجہ سے بنی نوع انسان کا امن بالکل برباد ہو چُکا ہے اور انسان اپنے خدا سے بدظن ہو گیا ہے۔

پس آؤ اُس خدا سے دُعا کریں جس کے ہاتھ میں ساری طاقتیں ہیں اور جو ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے، مایوسیوں کو اُمیدوں سے بدل دیتا ہے، شکوک کو یقین سے تبدیل کر دیتا ہے۔

(الفضل لاہور یکم جنوری ۱۹۵۲ء)

۱؎ کنز العمال جلد۴ صفحہ ۱۶۳ مطبوعہ حلب ۱۹۷۰ء

۲؎ الفاتحہ: ۶، ۷